Fikr-o-Nasar (Islamabad) 20:7 (1983)

فضائی مسافروں کے لئے میقات کا تعین

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان

یہ مختصر سا مضمون اس بحث پر مشتمل ہے کہ حج و عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جانے والے حاجی اور معتمر کے لئے جدہ میں طیارہ سے اتر کر احرام باندھنا جائز ہے یا نہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ بذریعہ طیارہ آنے والا حاجی اور معتمر جدہ پہنچنے سے پہلے ہی احرام باندھ لے۔ اس وقت یہ مسئلہ علمائے امت کے مابین محل اختلاف ہے اور اختلاف کی بنیاد ضرورت و سہولت کا تصور ہے۔ اس مسئلہ پر قطر کے مفتی و ناظم امور دینیہ جناب شیخ ابن محمود نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جدہ سے احرام باندھنا جائز ہے۔ طیارہ کے ذریعہ مکہ آنے والے حاجیوں کے لئے جدہ ہی میقات ہے۔ شیخ ابن محمود کے اس فتویٰ پر ہیئۃ کبار العلماء ریاض میں بحث ہوئی اور مجلس کبار العلماء نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ شیخ ابن محمود کا فتویٰ صحیح قیاس و اجتہاد پر نہیں ہے۔ اس لئے قابل قبول نہیں۔ فضائی راستوں سے حج و عمرہ کے لئے آنے والوں پر بھی میقات مقررہ یا اس کے محاذی مقام سے احرام باندھنا واجب ہے ورنہ بطور کفارہ ایک دم (قربانی) دینا واجب ہوگا۔ زیر نظر مضمون میں اسی پر بحث ہے جسے بالاختصار مجلس کبار العلماء کے صدر مرحوم شیخ عبداللہ بن محمد بن حمید نے بیان فرمایا ہے۔

اس مضمون کو مشہور صاحب علم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب سابق پروفیسر سندھ یونیورسٹی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے، اور بہت آسان، صاف اور سلیس ترجمہ کیا ہے۔ ہم اس مقصد سے اسے شائع کر رہے ہیں کہ اس کی افادیت زیادہ عام ہو جائے اور اردو پڑھنے والے حضرات بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ (ادارہ)

اس مضمون میں شیخ فاضل عبداللہ بن زید آل محمود (رئیس محاکم شرعیہ و شیون دینیہ حکومت قطر) کی بعض اُن غلط فہمیوں کا ازالہ مقصود ہے جو میقاتِ حج کے سلسلے میں انہیں ہوئی ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے آٹھ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو لوگ بحر کی طرف سے ہوائی جہازوں پر حج کے لئے جدّہ پہنچتے ہیں ان کے لئے جدّہ میقات ہے۔ اس لئے کہ اُن کے خیال میں ضرورت اس کی مقتضی ہے اور کہا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور فضائے آسمانی سے لوگوں کو حج و عمرہ کے لئے اس کثرت سے اُترتے ہوئے دیکھتے تو یقیناً آپؐ بلا توقف جدّہ ہی کو میقات بناتے، نیز فاضل موصوف کا خیال ہے کہ زمان و مکان اور احوال و عادات کے اختلاف کی وجہ سے فتویٰ میں بھی تغیّر اور اختلاف ہوتا ہے۔ یہ اور اسی قسم کے خیالات انہوں نے اپنے اس رسالے میں ظاہر کئے ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ نظر سے گزرے گی۔

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کی تفسیر میں غلط فہمی

فاضل موصوف نے حضرت ابن عمرؓ سے بخاری کی یہ روایت نقل کی ہے :-

لما فتح هذان المصران اتوا عمر فقالوا يا امير المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حدّ لاهل نجد قرنا وهو جور عن طريقنا وانّا ان اردنا قرنًا شق علينا قال فانظروا حذوها من طريقكم فحدّ لهم ذات عرق۔

(ترجمہ) جب یہ دونوں شہر فتح کئے گئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجد کے لئے قرن کو مقرر فرمایا ہے اور وہ ہمارے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ اگر ہم قرن کا ارادہ کریں تو ہمارے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اپنے راستے میں اس کے سامنے کوئی جگہ دیکھو۔ پس اُن کے لئے ذات عرق کو مقرر فرمایا۔

ابن محمود نے اس حدیث میں لفظ مصران (دو شہر) کی تفسیر بیان کی ہے کہ اس سے مراد عراق اور مصر ہیں۔ لیکن یہ تفسیر غلط ہے، کیونکہ شارحین حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ ان دو شہروں سے مراد کوفہ اور بصرہ ہیں۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ مصران، مصر کا تثنیہ ہے اور مراد ان دونوں سے کوفہ اور بصرہ ہیں۔ اور یہ دونوں عراق کی ناف ہیں۔ اور ان دونوں کی فتح سے مراد ان دونوں کی زمین پر مسلمانوں کا غلبہ ہے۔ ورنہ وہ دونوں شہر بسائے ہوئے تو مسلمانوں ہی کے ہیں۔ اور ایسا ہی علامہ عینی نے بھی کہا ہے۔

اس وہم کا ازالہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر ممالک کے لئے میقات متعین نہیں کیا

فاضل موصوف نے فرمایا ہے کہ اسلام پھیلا اور مسلمانوں کا غلبہ بہت سے ایسے شہروں پر ہوا جن کا ذکر حد بندیوں کے سلسلے میں نہیں ہوا۔ مثلاً مصر، سوڈان، مغرب اور تمام افریقہ کے ممالک کا ذکر نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ یہ معلوم ہے کہ ہوائی جہازوں کے مسافران مواقیت تک نہیں آتے اور نہ ان مواقیت پر اُن کا گزر ہوتا ہے"۔

یہ شیخ ابن محمود کی تمہید ہے تاکہ جدہ کو بھی ایک میقات بنادیں جس پر مفصل گفتگو تو انشا اللہ آگے ہوگی، سردست اُن کی یہ عبارت قابلِ لحاظ ہے۔ اوّل یہ کہ ان کا یہ کہنا کہ اکثر شہروں مثلاً مصر و سوڈان وغیرہ کا ذکر تحدید کے سلسلے میں نہیں آیا، تو یہ اُن کا وہم ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد۔

وھن لھن ولمن اتی علیھن من غیر اھلھن یہ اُن کے لئے میقات ہے اور ان کے لئے بھی جو ان کے علاوہ دوسرے مقامات سے آئیں کے ذریعے تمام لوگوں کے لئے مواقیت کو واضح فرما دیا ہے۔ یہ مختصر جملہ بہت سے معانی پر مشتمل ہے اور اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطا ہوا ہے۔

طرح التثریب میں ہے کہ اہل مدینہ اور اہل شام اور اہل نجد سے مراد ہر وہ شخص ہے جو ان مقامات کے راستے پر چلے اس طرح کہ ان مواقیت سے گزرے، اگرچہ ان شہروں کا باشندہ نہ ہو۔ اور صحیحین وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ان کی تصریح ہے کہ۔

ھی لھن ولمن اتی علیھن من غیر اھلھن ممن اراد الحج والعمرۃ (یہ ان کے لئے میقات ہے اور ان کے لئے بھی جو دوسرے مقامات سے حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں)

دوسرے یہ کہ بعض احادیث میں تحدیدِ مواقیت کے سلسلے میں مصر کا ذکر آیا ہے جیسا کہ سنن نسائی میں افلح بن حمید کی روایت قاسم سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ

ولاھل الشام ومصر الجحفہ (اور اہل شام و مصر کے لئے (میقات) جحفہ ہے) روایت میں اس زیادتی کا قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اس سے شیخ ابن محمود کا قول غلط ثابت ہوا کہ مصر و سوڈان وغیرہ کا ذکر تحدید کے سلسلے میں نہیں آتا۔ تیسرے یہ کہ انہوں نے جو فرمادیا ہے کہ "معلوم ہے کہ ہوائی جہازوں کے مسافران مواقیت تک نہ تو آتے ہیں اور نہ ان کے پاس سے گزرتے ہیں"، تو یہ صرف ان کا دعویٰ ہے جو محتاج دلیل ہے، کیونکہ یہ کہنا کہ "نہ تو وہ مواقیت تک آتے ہیں اور نہ اُن کے محاذات سے گزرتے ہیں" بہت ہی بعید ہے۔ نیز یہ کہ شیخ ابن محمود کو اس میں کوئی مہارت نہیں ہے۔ اس کی خصوصی واقفیت تو اُن لوگوں کو ہوتی ہے جو ہوائی جہازوں کے راستوں سے واقف ہیں۔ نیز اُن کا یہ قول کہ جب ان لوگوں نے مکہ اور طائف کے درمیان جبل کو فتح کیا جس کا نام کرا ہے اور وہ مکہ کی طرف جانے کا راستہ ہوگیا تو انہوں نے ایک جگہ متعین کرلی جہاں سے احرام باندھتے ہیں اور وہاں مسجد بھی بنا ڈالی، پھر اس جگہ پر لوگوں کے احرام باندھنے کا عمل جاری ہوگیا"۔ تو یہ بات غلط ہے کہ وہ جبل نیا نیا فتح ہوا تھا۔ اہل طائف وغیرہ جس جگہ سے آج کل احرام باندھتے ہیں اُس

کو فتح جبل کے بعد میقات نہیں بنایا گیا۔ بلکہ وہ قدیم زمانے سے میقات ہے۔ جہاں سے اونٹوں پر گزرنے والے مسلمان احرام باندھتے ہیں، اس لئے کہ وادی محرم، قرن منازل کا وہ پھیلا ہوا حصّہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجد اور وہاں سے گزرنے والے دیگر لوگوں کے لئے میقات مقرر کیا ہے۔ اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ وہ قرن منازل کے محاذی ہے اور اس کا پھیلا ہوا حصّہ نہیں ہے جیسا کہ اہل علم کی کتابوں میں مذکور ہے۔

مختصر یہ کہ موجودہ میقات جو وادیِ محرم کے نام سے مشہور ہے وہ اہل طائف، غامد اور اہلِ زہران وغیرہ کے لئے پرانا میقات ہے جہاں سے حج وعمرہ کا ارادہ کرنے والے احرام باندھتے ہیں جیسا کہ مناسک کی قدیم کتابوں میں مذکور ہے۔

ابن محمود کے اس قول کی تردید کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو جدّہ کو میقات بناتے۔

ابن محمود فرماتے ہیں کہ "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور اس کثرت سے جدّہ میں فضائی آسمانی سے لوگوں کو حج وعمرہ کے لئے اُترتے ہوئے دیکھتے تو آپؐ بلا توقف جدّہ ہی کو میقات مقرر فرما دیتے۔"

ایسی بات کہنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ زبردستی ہے جو مسلمان کی شان سے بعید ہے، چہ جائے کہ وہ شخص ایسی بات کرے جو علم سے منسوب ہو۔ ہم مسلمانوں کا تو ایمان اور اعتقاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کو شافی طور پر بیان نہ کر دیا ہو، یا کلیات وعمومات کو جو جزئیات وفروع مسائل پر مشتمل ہو اُسے بیان نہ فرمایا ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیہ۔ نازل ہوئی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ اور اس جہت سے آنے والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو اور اہل شام ومصر اور اس جہت سے آنے والوں کے لئے جحفہ، اور اہل یمن اور اس جہت سے آنے والوں کے

لئے یلملم کو، اور اہل نجد اور مشرق اور اس جہت سے آنے والوں کے لئے قرن منازل کو میقات حج وعمرہ مقرر فرمایا ہے۔ اور یہ مواقیت، حرم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پس جو شخص اُس راستہ پہ چلا جس میں ان مواقیت میں سے کوئی ایک بھی واقع نہیں ہے تو علماء نے مقرر کیا ہے اور اس بات پہ اتفاق کیا ہے کہ ان کے میقات کا محل وہ جگہ ہے جو ان چاروں مواقیت میں سے کسی ایک سے قریب کے محاذی ہے۔ اس بنا پر کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

فانظروا حذوها من طریقکم (پس اپنے راستے میں اس کے سامنے کوئی جگہ دیکھو)

اب شہر جدّہ اور ہوائی اڈے کو دیکھا جائے گا جہاں حجاج اُترتے ہیں کہ آیا ان چاروں مواقیت میں کسی ایک کے محاذی ہے یا نہیں؟ اور طیارے ہوائی اڈے پہ اُترنے سے پہلے اُن مواقیت کے پاس سے گزرتے ہیں یا نہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں؟

اگر جدّہ کا ہوائی اڈہ ان مواقیت میں سے کسی میقات کے محاذات میں ہو اور طیارے ان مواقیت میں سے کسی کے پاس سے نہیں گزرتے تو اصولِ شرع اور نصوص اور تقاضوں کے مطابق جدّہ کو میقات بنانا صحیح ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اور معلوم ہے کہ جدّہ کا موجودہ ہوائی اڈہ ان مواقیت میں سے کسی کے محاذات میں نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔ اس لئے اس دلیل سے شہر جدّہ کو میقات بنا دینا کہ اکثر حجاج جدّہ کے ہوائی اڈے پہ اُترتے ہیں، یہ گویا شریعت کے ساتھ مذاق ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی ہے پھر یہ کہ اس کی کوئی حد بھی نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ فضائے آسمانی سے لوگ کثیر تعداد میں جدّہ کے علاقے میں اُترتے ہیں، اس لئے اس کو میقات قرار دیا جائے تو اس وقت کیا صورت حال ہوگی جب کہ لوگ طیاروں سے خود مکّہ کے علاقوں میں اُترنے لگیں گے؟ کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ مکّہ مکرّمہ میں بھی ہوائی اڈہ تعمیر کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ کیا اس صورت میں شیخ فاضل ابن محمود اس فتویٰ کی اجازت دیں گے کہ مکّہ سے احرام

باندھنا جائز ہے؟ کہ اس میں حجاج کے لئے سہولت ہے اور یہ کہ اکثر حجاج مکہ کے علاقے میں اُترتے ہیں، پھر تو اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے میقات مقرر کرنے کے کوئی معنی نہ ہوں گے، حالانکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان مواقیت کو کسی خاص مصلحت کی بنا پر متعین کیا ہے، اس لئے اُمّت پر اس کا اتّباع لازم ہے جو آپؐ نے فرمایا ہے۔ اور ہر اُس چیز کو پس پشت ڈالنا لازم ہے جس کی اجازت اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نہیں دی ہے۔

پس معاملہ جدّہ کی تحدید پر موقوف ہے کہ آیا وہ میقات کے محاذات میں ہے یا نہیں؟ اور طیارے اُترنے سے پہلے ان مواقیت میں سے کسی کے پاس سے گزرتے ہیں یا نہیں؟ نرمی اور سہولت پر اس کی بنیاد نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

فاضل موصوف فرماتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم زندہ ہوتے اور رفضائے آسمانی سے اس کثرت سے لوگوں کو جدّہ کے علاقے میں حج و عمرہ کے لئے اُترتے ہوئے دیکھتے تو بلا توقف ان لوگوں کے لئے جدّہ ہی سے میقات مقرر فرما دیتے لیکن پھر فاضل موصوف حاجیوں کے عرفات سے مزدلفہ کو آنے کے متعلق کیا فرمائیں گے؟ کہ تمام حجّاج کو، خواہ وہ خشکی سے آتے ہوں یا سمندر سے، یا فضائی راستے سے آتے ہوں، عرفات ہی میں جمع ہونا پڑتا ہے۔ پھر غروب آفتاب کے بعد ایک قلیل وقت میں مزدلفہ آنا پڑتا ہے تو کیا اس کے متعلق بھی فاضل موصوف یہ فرمائیں گے کہ اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم زندہ ہوتے تو وہ اس قدر کثیر جماعت دیکھ کر بلا توقف فرما دیتے کہ وقوف عرفہ ساقط کیا جاتا ہے یا آسانی پیدا کرنے کے لئے ظہر کے بعد ہی ان کو عرفات سے واپس ہونے کی اجازت دے دیتے، کیونکہ اس میں تو اور زیادہ مشقت ہے۔ یہی حال طوافِ افاضہ کا بھی ہے۔ اس طرح پھر تمام احکامِ شرع مذاق ہو کر رہ جائیں گے اور ہر شخص اپنی رائے کے بارے میں یہ کہنے لگے گا کہ اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم زندہ ہوتے تو بلا توقف اسی کی رائے اور خواہش کے مطابق عمل کرتے۔ حالانکہ

شریعت اپنے مصادر اور موارد کے اعتبار سے ہر طرح کامل و مکمل ہے۔ اس میں کسی زیادتی یا کمی کی گنجائش نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ترکتکم علی المحجۃ البیضاء لیلھا کنھارھا لایزیغ عنھا بعدی الاھالک

(میں نے تم کو روشن حجت پر چھوڑا ہے۔ میرے بعد اس سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہونے والا ہو۔)

چنانچہ آپؐ نے لوگوں کے لئے وہ تمام باتیں بیان فرمادیں اور واضح فرمادیں جن کی ضرورت قیامت تک کے لئے عبادات اور معاملات وغیرہ میں پڑے گی۔

اس استدلال کا رد کہ زمان و مکان کے بدلنے سے فتویٰ بھی بدل جاتا ہے۔

فاضل موصوف نے صفحہ ۳ سطر ۱۶ پر علامہ ابن القیمؒ کا وہ قول اعلام الموقعین سے نقل کیا ہے کہ جس میں زمان و مکان، احوال و نیات اور عادات کے اختلاف کے مطابق فتویٰ بدلنے کا بیان ہے۔ اس کی عبارت یہاں تک نقل کی ہے۔

"اور ہر وہ چیز جو عدل و رحمت اور مصلحت سے خارج ہو وہ شریعت میں سے نہیں ہے، اگرچہ وہ اس کی طرف منسوب ہو"۔ علامہ ابن القیمؒ کا قول نقل کرنے سے شیخ ابن محمود کا مقصود یہ ہے کہ جدّہ کو احرام کے لئے نیا میقات بنانے کا راستہ مل جائے اور اس معاملے میں حکم شرعی بدل کر دوسرا حکم دیں، اس بنا پر کہ فتویٰ بدل جاتا ہے۔ لیکن یہ خیال باطل ہے، اس لئے کہ جس فتویٰ کے بدلنے کی طرف علاّمہ ابن القیمؒ نے اشارہ کیا ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حکم شرعی محض مفتی کی رائے سے بدل جاتا ہے، بلکہ تغیر صرف اصول شریعت کے مطابق اپنے قواعد کی بنا پر ہوتا ہے اور یہ اس پر مبنی ہوتا ہے کہ دو فساد میں سے ادنیٰ فساد کا ارتکاب کیا جائے گا اور اعلیٰ فساد کو چھوڑ دیا جائے گا، یا اعلیٰ مصلحت کے لئے ادنیٰ مصلحت کو ترک کر دیا جائے گا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا، کیونکہ شریعت نے ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت کے ذریعے دیا ہے۔

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما (چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورتوں کے ہاتھ کاٹ دو)

اور ہاتھ کاٹنے سے مقصود اس عضوِ فاسد کا ازالہ ہے تاکہ بقیہ جسم صالح ہو اور لوگوں کے مال محفوظ رہیں اور جب ہاتھ کاٹنا اس سے بڑی خرابی کا سبب ہو تو فتویٰ بدل جائے گا اور ہاتھ کاٹنا موقوف ہو جائے گا۔ مثلاً صورتِ حال یہ ہو کہ کسی نے چوری کی اور اس وقت لوگ، کفّار سے جنگ میں مشغول ہوں اور خوف ہو کہ وہ چور کفّار کی طرف چلا جائے گا اور ان کی صفوں میں داخل ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے لگے گا، جس کی وجہ سے مسلمان، ضعف اور بددلی میں مبتلا ہو جائیں گے تو اس مصلحت کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کو ترک کر دیا جائے گا۔

اسی طرح شریعت کے احکام میں یہ ہے کہ منکر کا انکار کیا جائے تاکہ اس انکار کی وجہ سے وہ معروف حاصل ہو جس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے۔ لیکن اگر کسی منکر کا انکار اس سے بڑے منکر کے وقوع کو مستلزم ہو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوٹے منکر سے زیادہ ناپسند ہو تو اس صورت میں اس کے انکار کی اجازت نہیں، اگرچہ اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند کرتا ہے، کیونکہ اس سے مقصود بڑی خرابی کو چھوڑ کر کمتر خرابی کو اختیار کرنا ہے۔ شریعت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ اور جس تغیرِ فتویٰ کی طرف علامہ ابن القیم رح نے اشارہ کیا ہے اس سے ہی مراد ہے نہ یہ کہ لوگ شریعت میں نئی باتیں ایجاد کرنے لگیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مواقیت مقرر کئے ہیں ان کے علاوہ نئے نئے میقات مقرر کرنے لگیں، کیونکہ یہ تغیرِ فتویٰ میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بغیر علم کے بات کہنا ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں داخل ہے کہ:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو ردٌ (جو شخص ہمارے اس امر (دین) میں ایسی نئی بات ایجاد کرے جو اس میں نہیں ہے، تو وہ مردود ہے)

اور شیخ ابن محمود نے ٹھنڈی رات میں غسل نہ کرنے کے متعلق حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے واقعے سے جو استدلال کیا ہے تو وہ تغیر فتویٰ نہیں ہے جیسا کہ شیخ ابن محمود سمجھ رہے ہیں، بلکہ وہ نصوص شرعیہ کے مطابق ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں اور لوگوں کے لئے وہ چیزیں بیان کرنے والے ہیں جن کی ضرورت ہے۔ آپ نے واضح فرمادیا ہے کہ غسل واجب ہے مگر یہ کہ جب کوئی مانع ہو تو اس صورت میں تیمم کیا جائے گا جس طرح وضو کے لئے کرتے ہیں۔ اسی طرح حج وعمرہ کے لئے میقات سے احرام باندھنا واجب ہے جب کہ اس کے پاس سے گزریں اور اگر اس کے پاس سے نہ گزریں تو اس کی تکلیف نہیں دی جائے گی کہ لوگ میقات کی طرف جائیں اور وہاں احرام باندھیں، بلکہ ان پر واجب ہے کہ اس مقام سے احرام باندھیں جو میقات کے محاذی ہو جیسا کہ اہل علم نے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: فانظروا حذوها طريقكم (پس اپنے راستے میں اس کے سامنے کوئی جگہ دیکھو)۔

ابن محمود کا ایک عالم پر الزام اور اس کا جواب

شیخ ابن محمود فرماتے ہیں کہ "ایک فقیہ نے کبار علماء کے ایک بہت بڑے مجمع میں کہا جو میرے اس قول پر مناظرے کے لئے جمع ہوا تھا کہ اگر بہت بڑا مجمع ہو تو ایام تشریق میں زوال سے پہلے رمی جمار جائز ہے، کیوں کہ نئے نئے آلات مثلاً موٹروں اور ہوائی جہازوں کی وجہ سے زمین کے مشارق و مغارب کھل گئے ہیں، یہاں تک کہ زمین تنگ ہو گئی ہے۔ میرے اس قول پر اس فقیہ نے کہا کہ جس نے رخصتوں پر عمل کیا وہ زندیق ہو گیا۔ اور یہ بات اس نے تمام علماء کی موجودگی میں کہی۔ اس طرح کہ گویا غلو اور تشدید دین کی سنت ہے۔ لیکن اس فقیہ سے یہ بات پوشیدہ رہی کہ ایسا کلمہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے اور اعلانیہ اس سنت کو باطل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت کے طور پر جاری کیا ہے۔ اس لئے کہ رخصت اصل میں سہولت عطا کرنا ہے اور رخصت کی ضد عزیمت ہے اور عزیمت تو امر موکد کو کہتے ہیں اور رخصت کسی عارض کی بنا پر امر موکد کے خلاف عمل کرنے کا نام ہے۔

اور سورۃ النساء (۱۰۱) میں ہے :۔

فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا

(تو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے)

جب یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہم لوگ کیا کریں؟ کیا نماز میں قصر کریں، حالانکہ ہم لوگ امن میں ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم لوگوں پر صدقہ ہے۔ اس لئے اس کے صدقے کو قبول کرو"۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کا قصر کرنا رخصت ہے۔ سفر میں روزہ کا افطار کرنا رخصت ہے، موزوں پر مسح رخصت ہے اور جبیرہ پر مسح رخصت ہے۔ تو کیا ان رخصتوں پر عمل کرنے سے زندیق ہو جائے گا؟ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

اللہ تعالیٰ ابن محمود کو توفیق دے! اُن کے اس کلام میں چند باتیں قابلِ لحاظ ہیں جو درج ذیل ہیں :۔

ابن محمود نے جس عالم کی طرف اشارہ کیا ہے اُن پر یہ سخت حملہ ہے۔ وہ عالم شیخ محمد بن ابراہیم الشیخ، مفتی مملکت سعودیہ تھے اور اپنے وقت کے رئیس القضاۃ تھے۔ ان کو ایسی چیز کے ساتھ متہم کیا ہے۔ جو اُن کا مقصد نہیں تھا۔ ایسے عالم سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ ایسی بات کہیں کہ جس نے رخصتوں کا اتباع کیا وہ زندیق ہوا۔ نماز میں قصر کی رخصت، موزوں اور جبیرہ پر مسح کرنا اور مسافر کے لئے دن میں افطار کرنا۔ ان کی رخصت تو قرآن و سنت سے ثابت ہے، تو ایسی رخصتوں پر عمل کرنے والے کو وہ زندیق کس طرح کہہ سکتے ہیں؟

ابن محمود خود بھی جانتے ہیں کہ جن عالم کی طرف اُن کا اشارہ ہے انہوں نے اپنے قول میں اُن چیزوں میں رخصتوں کے اتباع کرنے والے کو ہرگز زندیق نہیں کہا ہوگا کہ جن کے متعلق قرآن و

سنت میں صریح نصوص موجود ہیں، کیونکہ جو شخص یہ گمان کرے کہ نماز میں قصر اور سفر کی حالت میں رمضان میں افطار زندیقیت ہے تو مجھے اُس کے مُرتد ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے کہ وہ تو قرآن کو جھٹلانے والا ہے جب کہ قرآن کہتا ہے :۔

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا (النساء۔ ۱۰۱)

(اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے۔)

نیز قرآن پاک میں ہے :۔

فمن کان منکم مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اُخر (البقرہ۔ ۱۸۴)

(پھر جو شخص تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام میں شمار کرکے ان میں روزہ رکھنا اس پر واجب ہے)

پس ابن محمود اور دیگر حضرات کو چاہیئے کہ علمائے مسلمین کے اقوال کو غیر محل پر حمل نہ کریں اور نہ اُس پر محمول کریں جو اُن کا مقصود نہ ہو، کیونکہ جو شخص بھی ان رخصتوں پر عمل کو زندیقیت کہے گا، وہ مرتد کہے جانے کا مستحق ہے۔

عالم مشارٌ الیہ کا مقصد اصل میں علماء کی ان رخصتوں کے اتباع کی طرف اشارہ ہے جن کو اتباع نفس و خواہشات میں اختیار کیا جائے اور رخصت و سہولت کی دلیل کو نہ دیکھا جائے۔

مثلاً کوئی شخص فجر کے بعد ہی عرفات میں ٹھہرے یا غروب آفتاب سے پہلے مزدلفہ آجائے یا منیٰ میں رات نہ گزارے اور واپس آجائے اور نہ وہاں رمی جمار کرے، یا طواف میں صرف چار پھیروں پر اکتفا کرے اور سعی بھی چھوڑ دے اور خیال کرے کہ اُس کا حج صحیح ہوگیا تو ایسا

شخص اُن (نفسانی) رخصتوں کا اتباع کرنے والا ہوگا جس کی طرف اُن عالم نے اشارہ کیا ہے، نہ کہ ان رخصتوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

بحری اور فضائی راستوں سے آنے والے حاجیوں کے لئے جدّہ کو میقات بنانے کے جواز پر استدلال اور اس کا رَد۔

ابن محمود کا کہنا ہے کہ "جب اصل حج کی فرضیت استطاعت پر موقوف ہے اور حج کلی طور پر اُس شخص سے ساقط ہو جاتا ہے جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا، اور جس کو اپنی جان کا خوف ہو اس سے بھی ساقط ہو جاتا ہے، تو یہی حال حج کے واجبات کا ہے کہ وہ بھی اُس سے ساقط ہو جائیں گے جس کو ان واجبات پر قدرت نہ ہو، بغیر اس کے کہ اس کے بدلے فدیہ یا کوئی اور چیز دی جائے۔" یہ ایسا قول ہے کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی نے بھی اس سے پہلے نہیں کہا، کیونکہ علما اس بات پر متفق ہیں کہ حج اس شخص سے ساقط ہو جاتا ہے جو اس کے اخراجات کی استطاعت نہ رکھتا ہو، یا اس کو اپنی جان کا ڈر ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً (آل عمران-۹۷)

(اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے جو اس تک راہ پا سکے)

پس جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہے یا اس نے اپنے اوپر حج کو لازم کر لیا ہے اور نسک میں داخل ہو گیا ہو، تو اس کے واجبات مثلاً رمی جمار، طوافِ وداع، منیٰ میں شب باشی وغیرہ کا عدمِ استطاعت کی حالت میں کلی سقوط اس طرح کہ فدیہ یا کسی بدلے کی ضرورت نہ ہو، محل نظر ہے۔

اور میرا اعتقاد ہے کہ ایسی بات کسی نے نہیں کہی۔ اور اگر کسی نے کہی بھی ہو تو ایسی بات ناقابل التفات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ حج کرنے والا اگر بیمار پڑ جائے یا روک دیا جائے تو اس کے لئے ان ممنوعات کا ارتکاب یا احرام سے نکل جانا جائز ہے، جب کہ وہ چیز ادا کر دے جو اس

کی وجہ سے واجب ہوتی ہے یعنی فدیہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فان احصرتم فما استیسر من الهدی ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدی محلہ ط (البقرہ۔ ۱۹۶)

(پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو قربانی (کا جانور) بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے پہ نہ پہنچ جائے)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں محرم محصر سے غیر مشروط طریقے پہ واجب کو ساقط نہیں کیا، بلکہ اس کو فدیہ دینے کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

اور یہ بھی ارشاد اللہ تعالیٰ کا ہے کہ :

فمن کان منکم مریضاً او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک ج (البقرہ۔ ۱۹۶)

(پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو فدیہ دیدے روزے سے یا خیرات یا قربانی سے)

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مریض پہ یا جس کے سر میں تکلیف ہو اس پہ فدیہ، روزہ یا صدقہ یا قربانی کی صورت میں لازم کیا ہے جیسا کہ کعب بن عجرہ کی روایت، صحیحین وغیرہ میں مذکور ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حج کے واجبات اس سے ساقط ہو جاتے ہیں جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو پھر وہ حاجی جو جدّہ کے ہوائی اڈے پہ اُترنے سے پہلے احرام کی استطاعت نہیں رکھتا، وہ میقات کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے کیا کرے؟

اگر انتظامی امور کی بنا پہ ہوائی جہاز، جدّہ کے ہوائی اڈے پہ اُترنے پہ مجبور ہیں تو حجاج کو جدّہ کے ہوائی اڈے پہ اُترنے سے پہلے احرام باندھنے کی ممانعت تو نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو ان کے

امکان میں ہے کہ ہوائی جہاز پر سوار ہونے سے پہلے غسل و نظافت و پاکیزگی کے ساتھ احرام باندھنے کے لئے اور احرام کے کپڑے پہننے کے لئے تیار رہیں اور حج یا عمرہ کے لئے نسک میں داخل ہونے کی نیت کرلیں جب کہ میقات تک یا میقات کے محاذات میں پہنچ جائیں۔ اور میقات سے پہلے احرام باندھنے میں کوئی چیز مانع نہیں، کیونکہ علماء کا اتفاق ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا جائز ہے گو کہ اس کی افضلیت میں اختلاف ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے کہ احرام کا میقات سے پہلے باندھ لینا بالاجماع جائز ہے۔

اور ابن قدامہ نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کوئی شخص میقات سے پہلے احرام باندھ لے تو وہ محرم ہو جاتا ہے اور اس کے حق میں احرام کے احکام ثابت ہو جاتے ہیں۔

ابن منذر نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص میقات سے پہلے احرام باندھ لے تو وہ مُحرم ہے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھے۔ نووی وغیرہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ اہل علم اس پر متفق ہیں کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا جائز ہے البتہ اختلاف، افضلیت میں ہے۔ اور ہم نے کسی اہل علم کو نہیں دیکھا کہ وہ حج یا عمرہ کی غرض سے آئیں اور میقات سے یا میقات کے محاذات سے بغیر احرام کے گذر جائیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ حج یا عمرہ کا ارادہ کرنے والے شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھے۔

اور شنقیطی نے اپنی تفسیر میں کہا کہ "تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جمہور اہل علم اس پر ہیں کہ جو شخص نسک کے ارادے سے مواقیت مذکورہ میں سے کسی میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھے تو اس پر دم ہے اور ان کی دلیل اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ اثر ہے کہ جو شخص اپنے نسک میں سے کوئی چیز

بھول جائے یا چھوڑ دے تو چاہیئے کہ دم دیدے۔ اسی لئے جمہور اہل علم نے کہا کہ جو شخص میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھ جائے اور وہ نسک کا ارادہ کئے ہوئے ہو، تو اس نے اپنے نسک میں سے ایک چیز کو یعنی میقات سے احرام باندھنے کو ترک کر دیا، اس لئے اُس پر دم لازم ہوگا۔"

چنانچہ ابن محمود نے جدّہ سے احرام باندھنے کے جواز کی جو علّت بیان کی ہے کہ طیارے اپنے نظام کے مطابق جدّہ کے ہوائی اڈے پر اُترنے کے لئے مجبور ہیں تو اس علت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ابن محمود نے یہ بھی کہا ہے کہ "معلوم ہے کہ طیارہ جب کہ حالتِ پرواز میں ہو اور میقات کے مقابل، آسمان سے گزرے تو لغۃً اور نہ عرفاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ طیارہ کے مسافر میقات میں آ گئے ہیں، اس لئے کہ آنے کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز اپنے محل میں پہنچ جائے"۔ شیخ ابن محمود نے یہاں اقرار کیا ہے کہ جدّہ کے ہوائی اڈے پر پہنچنے سے پہلے طیارے میقات پر سے گزرتے ہیں اور یہ بات اس کے خلاف ہے جو انہوں نے اپنے رسالے کے صفحہ ۲ سطر ۱۳ پر لکھی ہے کہ "معلوم ہے کہ طیاروں کے مسافر ان مواقیت تک نہ تو آتے ہیں اور نہ اُن پر سے گزرتے ہیں"۔

نیز اُن کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ میقات کے اوپر آسمان میں حالت پرواز میں طیارہ کے گزرنے سے طیاروں کے مسافروں کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ میقات میں پہنچ گئے ہیں یہ دعویٰ اس لئے باطل ہے کہ آسمان بالکل اس زمین کے حکم میں ہے جس کے مقابل وہ آسمان ہے۔

دُرِّ مختار میں مذکور ہے کہ قبلہ میں اعتبار عمارت کا نہیں بلکہ اس کی وسعت کا ہے۔ چنانچہ زمین کے ساتویں طبق سے لے کر عرش تک کی وسعت قبلہ ہے۔

نووی نے کہا کہ اگر درخت کی شاخیں اس فضا کی طرف پھیل جائیں جو پڑوسی کی ملکیت ہے تو پڑوسی کو اس کے ہٹانے کا مطالبہ کرنے کا حق ہے۔ اور اگر نہیں ہٹایا گیا تو اس پڑوسی

کو حق ہے کہ اس کا رُخ پھیر دے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اسے حق ہے کہ اس کو کاٹ دے۔

اور المغنی میں لکھا ہے کہ اگر کسی کے درخت کی شاخیں ملک غیر کی فضا میں داخل ہو جائیں یا شرکت والی دیوار کی فضا میں یا دیوار ہی پر آجائیں تو درخت کے مالک پر لازم ہے کہ اُن شاخوں کو ہٹا دے، خواہ اس طور پر کہ اس کا رُخ کسی اور طرف موڑ دے یا اس کو کاٹ دے، اس لئے کہ فضا اس مالک زمین کی ملک ہے۔ اس لئے ایسی چیز کا ہٹا دینا ضروری ہے جو غیر کی ملک میں داخل ہو جائے۔

غرض کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہائے مذاہب اس پر متفق ہیں کہ ہوا (فضا) قرار (زمین) کے تابع ہے۔ اسی لئے ان حضرات نے کہا ہے کہ مسجد حرام کی سطح پر طواف صحیح ہے اگرچہ وہ سطح بلند ہو۔

اور ملا علی قاریؒ نے مناسک میں ذکر کیا ہے کہ اگر سطح مسجد پر طواف کیا، خواہ وہ بیت اللہ یعنی اس کی دیواروں سے بلند ہی کیوں نہ ہو، تو جیسا کہ صاحب الغایہ نے تصریح کی ہے کہ یہ جائز ہے، اس لئے کہ بیت اللہ کی حقیقت وہ فضا ہے جو اس عمارت کے اوپر ہے اور یہی وجہ ہے کہ جبل ابی قبیس کے اوپر بالاجماع نماز صحیح ہے۔ یہاں تک کہ اگر خدانخواستہ بیت اللہ منہدم ہو جائے تو نماز اس کی طرف جائز ہے۔ اس لئے وہ فضا جو مواقیت کے مقابل ہے وہ مواقیت کے حکم میں ہے اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو مواقیت ارضی کا ہے۔

نیز ابن محمود نے لکھا ہے کہ "جب صورتحال یہ ہو اور یہ مسئلہ محل اجتہاد ہے تو علماء اور حکام کو چاہئے کہ طیاروں سے آنے والے حاجیوں کے لئے میقات کی تعیین کو نظر تحقیق سے دیکھیں اور جدہ کو میقات بنانے سے زیادہ کوئی چیز (اس سلسلے میں) اوفق وارفق نہیں"۔

یہ قول چند وجوہ سے محل نظر ہے۔ اوّل یہ کہ اس مسئلے کا یعنی میقات کے محل اجتہاد

ہونے کا جو ذکر کیا ہے تو کون کہتا ہے کہ میقات محلِ اجتہاد ہے اور کس کو حق ہے کہ اپنی طرف سے میقات مقرر کرلے؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواقیت کو بیان فرما دیا ہے جیساکہ صحیحین وغیرہ کی روایات میں مذکور ہے، اس لئے نص کی موجودگی میں کسی اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔

حجاج خشکی کے راستے سے یا سمندر کے راستے سے آئیں یا ہوائی جہاز سے آئیں سبھی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات کی تعیین اس طرح فرما دی ہے کہ اہلِ مدینہ اور جو لوگ اس جہت سے آئیں ان کے لئے ذوالحلیفہ میقات ہے۔ یمن والوں اور اس جہت سے آنے والوں کے لئے میقات یلملم ہے اور نجد وغیرہ کے علاقوں سے آنے والوں کے لئے میقات قرنِ منازل ہے اور اہل مغرب اور اس جہت سے آنے والوں کے لئے میقات جحفہ ہے اور فرمایا ہے:۔

ھن لھن ولمن اتی علیھن من غیر اھلھن (یہ ان کے لئے میقات ہے اور ان کے لئے بھی جو دوسرے مقامات سے آئیں) اس لئے نئے میقات بنانا اور ان مقامات کو متعین کرنا جہاں سے مسلمان احرام باندھیں بالکل غلط ہے۔ اور شریعت پر ظلم ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کافی ہیں اور آپؐ نے مواقیت کو بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ جو شخص ان مواقیت پر سے یا ان کے محاذات سے گزرے تو اس پر واجب ہے کہ احرام باندھ لے جب کہ نسک کا ارادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ حکام کو اُن علمی مسائل میں دخل دینا بے محل ہے جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے کیونکہ حکام وغیرہ کا کام اجتہاد کرنا نہیں ہے۔ ان کا کام صرف احکام کا نافذ کرنا ہے۔ اور اجتہاد اُن علماء کا کام ہے جو شریعت کے اصول اور قواعد کی معرفت رکھتے ہوں اور فروع کو ان کی مناسبات کے ساتھ ملحق کرنے کا علم رکھتے ہوں۔ حکام ان چیزوں سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے ان اجتہادی مسائل میں جن کے متعلق کتاب وسنت میں کوئی نص موجود نہ ہو حکام کا علماء کے ساتھ داخل کرنا بے محل ہے۔

تیسرے یہ کہ ان کا یہ کہنا کہ "جدّہ کو میقات متعیّن کرنے سے زیادہ کوئی چیز اوفق وارفق نہیں" تو معلوم ہونا چاہیئے کہ اوفق وارفق وہی ہے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے متعین فرمائی ہے اور جو صحابہؓ اور تابعین واسلافِ امّت نے درج کی ہے۔ جس چیز کو بغیر کسی دلیل کے ہماری عقلیں اور رائیں بہتر سمجھ لیں وہ اوفق وارفق نہیں ہو سکتی۔ کون سی عقل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کا مقابلہ کر سکے ؟ عقلوں اور رایوں کے خس و خاشاک اور کوڑا کرکٹ اس چیز کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم لے کر آئے ہیں اور جس کے اتبّاع کا حکم ہمیں دیا گیا ہے۔

وما آتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا (الحشر۔۷)

(اور رسولؐ جو کچھ تم کو دے دیا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو)

ابن محمود نے کہا ہے کہ "جدّہ، طیّاروں والے مسافروں کے لئے راستہ ہو گیا ہے اور ضرورت اس کی داعی ہے کہ ان کے لئے کوئی میقاتِ ارضی مقرر کر دیا جائے جہاں سے لوگ حج وعمرہ کے لئے احرام باندھیں اور اس ضرورت کا پورا کرنا واجب ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق والوں کے لئے ذاتِ عرق کو متعیّن فرما دیا تھا۔"

سبحان اللہ کیا بات کہی ہے! اگر طیّاروں کے مسافروں کے لئے جدّہ کے علاوہ کوئی اور راستہ ہو جائے تو کیا اس کو میقات بنا دیں گے ؟۔ اگر ہوائی اڈہ، بحر یا حدیبیہ یا مکہ معظمہ میں بن جائے تو کیا طیاروں کے راستوں کے بدلنے سے یہ میقات بھی بدل جائیں گے ؟۔ میرا خیال ہے کہ کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہو سکتا۔

باقی رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتِ عرق کو میقات کے لئے متعین کرنے کا معاملہ تو انہوں نے یہ فرمایا ہے:۔

فانظروا حذوها من طریقکم (پس اپنے راستے میں اس کے سامنے کوئی جگہ دیکھو)
اس لئے جو شخص خشکی یا بحری یا فضائی راستے سے آتا ہے اور راستے میں میقات نہیں آتا تو اس سے کہا جائے گا کہ اپنے راستے میں اُس کے سامنے کوئی جگہ دیکھو۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کی بنا پر علما ر کا اتفاق ہے کہ جو شخص اس راستے پر چلے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ میقات واقع نہ ہو تو وہ اس مقام سے احرام باندھے گا جو قریب ترین مواقیت کے محاذات میں ہو۔

کبار علما ر کی مجلس کا فتویٰ

شیخ فاضل عبداللہ بن محمود کے اس رسالے پر جو جدّہ سے احرام باندھنے کے جواز سے متعلق ہے مملکت عربیہ سعودیہ کے کبار علما ر کی ایک مجلس نے بحث کی اور ۲۱ شوال ۱۳۹۹ھ کو اس طرح طے فرمایا :۔

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ کبار علما ر کی ایک مجلس میں جو طائف میں ۱۰ شوال ۱۳۹۹ھ کو منعقد ہوئی اور ۲۱ شوال تک جاری رہی شیخ عبداللہ بن زید آل محمود (رئیس محاکم شرعیہ وشیون دینیہ، حکومت قطر) کے اس رسالے پر غور کیا گیا جو فضائی اور بحری راستوں سے آنے والے حاجیوں کے میقات کے متعلق ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جدّہ کو میقات بنانا جائز ہے۔ اس مجلس نے اس فتویٰ کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس فتویٰ کی بنیاد امور ذیل پر ہے :۔

۱۔ فتویٰ، زمان اور احوال کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔

۲۔ یہ مسئلہ محلِ اجتہاد ہے اور علما ر سے تقاضا کرتا ہے کہ طیاروں سے آنے والوں

کے لئے میقات کی تعیین میں تحقیق کی جائے۔

۳۔ طیارے میقات کے اوپر آسمان پر سے گزریں تو ان کے مسافروں کو لغۃً یا عرفاً نہیں کہا جا سکتا کہ وہ میقات میں آگئے۔

۴۔ مصنف کا گمان ہے کہ اُن کا فتوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے مطابق ہے کہ انہوں نے اہل عراق کے لئے ذات عرق کو میقات متعین کیا تھا۔

۵۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور رفضائے آسمانی سے حج وعمرہ کرنے والوں کو اس کثرت سے اُترتے ہوئے دیکھتے تو بلا توقف جدّہ ہی کو میقات بنا دیتے، کیونکہ یہ آپؐ کے اصول ونصوص کے مطابق ہے۔

مجلس نے ان پانچوں امور کا اور جو کچھ اس رسالے میں ہے اس کا مطالعہ کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ وہ ساری گنجائشیں جو انہوں نے پیدا کی ہیں وہ نصوصِ شرعیہ کی بناء پر رد کئے جانے کے لائق ہیں، کیونکہ بخاریؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لئے جحفہ کو، اہل نجد کے لئے قرن منازل کو اور اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات فرمایا اور یہ فرمایا کہ:۔

ھن لھن ولمن اتی علیھن من غیر اھلھن ممن اراد الحج والعمرۃ ومن کان دون ذلک فمن حیث انشا حتی اھل مکۃ من مکۃ۔

(یہ اُن کے لئے میقات ہے اور ان کے لئے بھی جو دوسرے مقامات سے حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں اور جو ان میقاتوں کے اندر رہنے والا ہے وہ وہیں سے احرام باندھے جہاں سے چلا ہے، یہاں تک کہ اہلِ مکّہ، مکّہ ہی سے احرام باندھیں)

اور اس مسئلے میں یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ زمان اور احوال کے بدل جانے سے

فتویٰ بدل جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ عبادات میں سے ہے اور عبادات، توقیف پر مبنی ہیں اس طرح یہ محلِ اجتہاد نہیں ہے، کیونکہ اس کی تحدید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص کے ذریعے ہوئی ہے اور یہ معلوم ہے کہ فضا، زمین کے تابع ہے، جیساکہ اپنے موقع پر شرح و بسط کے ساتھ بیان ہوا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور اہلِ عراق کے لئے ذات عرق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے میقات مقرر کرنے سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ ناقابلِ قبول ہے، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کے لئے مکہ کے غربی یا کسی اور جہت میں ان کے اس میقات کے بدل کے طور پر میقات نہیں بنایا، جہاں سے مکہ کی مشرقی جہت سے گزرتے ہیں۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو فرمایا کہ :۔

فانظروا حذوها من طريقكم (پس تم اپنے راستے میں اس کے سامنے کوئی جگہ دیکھ لو)

اور شیخ ابن محمود کا یہ قول کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو بلا توقف جدہ ہی کو میقات بنا دیتے کہ یہ آپؐ کے اصول و نصوص کے مطابق ہے، تو یہ قول باطل ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں مکمل کر دیا اور تشریع کا کام آپؐ کی وفات سے ختم ہو گیا، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا (المائدہ)

(آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور تم پر انعام تام کر دیا اور اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا)

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وما كان ربك نسيا (مریم۔ ٦٤)

(اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں)

ان آیات پر بہت سے اہم امور مترتب ہوتے ہیں۔
مذکورہ بالا امور اور دیگر دلائل، نیز مواقیت کے سلسلے میں اہل علم کے اقوال اور اس موضوع پر ہر جہت سے بحث اور غور وفکر کی روشنی میں یہ مجلس بالاتفاق اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ:۔

١۔ شیخ فاضل عبداللہ بن زید آل محمود رئیس محاکم شرعیہ وشیونِ دینیہ۔ حکومت قطر) نے بحری اور فضائی راستوں سے آنے والے حاجیوں کے لئے جدّہ ہی کو میقات بنانے کے جواز کا جو فتویٰ دیا ہے وہ باطل ہے، کیونکہ وہ کتاب اللہ اور سنت وا جماع امت پر مبنی نہیں۔ اور نہ کسی قابلِ ذکر عالم نے پہلے کبھی ایسی بات کہی ہے

٢۔ ان مواقیت میں سے کسی میقات مکانی سے، فضا میں یا سمندر میں، ان میقاتوں کے محاذات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں، جیساکہ دلائل اس کی شہادت دیتے ہیں اور جیساکہ اہل علم نے قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ آمین۔

هذا وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد

مجلس كبار العلماء

رئیس الدورہ عبداللہ بن محمد بن حمید
عبداللہ خیاط۔ محمد بن علی الحرکان۔ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
سلیمان بن عبید۔ عبدالرزاق عفیفی۔ راشد بن حنین
محمد بن جبیر۔ عبداللہ بن غدیان۔ صالح بن غصون
عبدالمجید بن حسن۔ عبداللہ بن قعود۔ عبداللہ بن منیع
صالح بن لحیدان

حواشی

۱۔ حج سے متعلق بعض رخصتوں کا ذکر خود اس رسالے کے مصنف عبداللہ بن محمد بن حمید (رئیس مجلس القضاء الاعلیٰ سعودی عرب) نے متن ہی میں اس طرح کیا ہے: "بعض حنابلہ کے نزدیک زوال سے قبل وقوفِ عرفہ جائز ہے۔ اور بعض شافعیہ کے نزدیک غروب آفتاب سے قبل عرفات سے واپسی جائز ہے طاؤسؒ و اوزاعیؒ کے نزدیک منیٰ میں شب باشی کا ترک جائز ہے اور رمی جمار کے بجائے صرف تکبیر پر اکتفا کرنا (جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے منقول ہے) اور طواف افاضہ میں چار پھیروں پر اکتفا کرنا (کیونکہ بعض حنفیہ کے نزدیک رکنیت ان ہی پر منحصر ہے اور اس سے زائد جو ہے وہ واجب ہے) اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کا چھوڑ دینا بعض حنابلہ کے نزدیک جائز ہے"۔